ادیب ...... ڈاکٹر طہٰ حسین

مترجم: پروفیسر محمد منور (تحقیقی وتنقیدی جائزہ)

ریاض احمد

ABSTRACT:

The famous Novel "Adeeb" is written by a blind Egyptian modern Arabic writer Dr. Taha Hussain and Translated in Urdu by Prof. Muhammad Munawwar. He is renowned for his urdu translation of Arabic, English and Persian.His translation style is very creative and comprehenive. Taha Hussain's this Novel is the portrayal of an author whose idiosyncrasies make him a unique character. Inspite of being a blind man, he possesses phenomenal foresight. Craving for a Paris-based fellowship in literature, he divroces his wife. But after some time, formented by regrets, he languishes in his sense of guilt. This novel denotes Taha Hussain's attitude to life.

Key Words:

Taha Hussain, Adeeb, Prof. Muhammad Munawar, Arabic Translation.

ڈاکٹر طہٰ حسین ۱۵ نومبر ۱۸۸۹ء کو مصر میں پیدا ہوئے اور ۲۸ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو مصر میں ہی ان کا انتقال ہوا۔ ڈاکٹر طہٰ حسین مصر کے ایک نابینا ادیب تھے، علم وادب کے میدان ان کا مقام ومرتبہ سمجھنے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ انہیں ''عمید الادب العربی'' یعنی عربی ادب کا ستون کہا جاتا ہے۔ انہیں دورِ جدید کا سب سے بڑا عربی ادیب اور ناقد مانا جاتا ہے۔ ڈاکٹر طہٰ حسین کے نظریات سے اتفاق یا اختلاف تو کسی کو بھی ہوسکتا ہے لیکن اس حقیقت سے انکار مشکل ہے کہ جدید عربی کی تاریخ ڈاکٹر طہٰ حسین کے تذکرے کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی۔

طٰہٰ حسین کی تخلیق کاری کا اہم پہلو ان کے موضوعات کا تنوّع ہے، جہاں ایک طرف وہ بہترین افسانہ نگار اور ناول نگار کی حیثیت سے اپنا لوہا منواتے ہیں تو دوسرے طرف تاریخی موضوعات کی تالیف میں اپنی علمیت اور نتائج فکر سے دنیا کو حیران کرتے ہیں، ان سب سے بڑھ کر ادبی تنقید میں ان کے نظریات ٹھوس، مدلّل اور جدّت پر مبنی ہیں۔

پروفیسر محمد منور کی عربی سے ترجمہ کردہ کتابوں میں سے ایک، ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا تحریر کردہ ناول ادیب ہے۔ یہ تو واضح نہیں ہے کہ پروفیسر محمد منور نے ترجمہ کرتے ہوئے ادیب کے کون سے نسخے کو سامنے رکھا تھا البتہ اس وقت طٰہٰ حسین کے اس ناول کا جو نسخہ ہمارے سامنے ہے وہ ۱۹۹۸ء میں مصر کے مکتبۃ الاسرۃ سے شائع ہوا تھا۔ اس نسخے میں صفحات کی تعداد ۱۹۰ ہے۔ پروفیسر صاحب کا اردو ترجمہ مکتبہ آئینہ ادب لاہور سے ۱۹۶۰ء میں پہلی بار شائع ہُوا تھا۔

طٰہٰ حسین کا یہ ناول ایک ایسے ادیب کے گرد گھومتا ہے جو نابغۂ روزگار شخصیت کا مالک ہے اور اسے ادب سے بے پناہ لگاؤ ہے، وہ باطنی بصیرت کا تو مالک ہے لیکن ظاہری بصارت سے محروم ہے۔ وہ اپنی ایک رشتہ دار کو پیغامِ نکاح بھیجتا ہے لیکن وہ اس جیسے شخص سے نکاح کرنے کے بجائے خودکشی کرنے کو ترجیح دیتی ہے۔ پھر اس کی شادی حمیدہ نامی ایک عورت سے ہوتی ہے جو نا صرف اسے پسند کرتی ہے بلکہ اس کی مزاج آشنا بھی ہوتی ہے۔ لیکن شادی کے بعد اسے پیرس میں ادب کی اعلیٰ تعلیم کے لیے سکالرشپ ملتا ہے، لیکن اس سکالرشپ کی شرط یہ ہے کہ اس سے فائدہ اٹھانے والا شخص غیر شادی شدہ ہو، وہ اس سفر کو اختیار کرنے کے لیے اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے۔ پیرس جانے کے بعد وہ بہت سی کامیابیاں حاصل کرتا ہے لیکن اس کے دل میں ایک قلق اور احساسِ ندامت ہمیشہ سر اٹھائے رہتا ہے کہ اس نے اس سکالرشپ کو پانے کی خاطر ایک ایسی عورت سے کنارہ کشی اختیار کی جو اس کے جذبات واحساسات کا اس کے اندھے پن کے باوجود خیال رکھنے والی تھی، نیز اسے یہ احساس بھی دکھ پہنچاتا ہے کہ اس نے اس سکالرشپ کو حاصل کرنے کے لیے جھوٹ اور دھوکہ دہی سے کام لیا۔

اس ناول کی ایک خاص بات یہ ہے کہ ناول نگار نے واقعاتی طرزِ نگارش کے ساتھ ساتھ بہت سے خطوط کو بھی اس کا حصہ بنایا ہے۔ اس ناول کو دانائی اور فراست کا اہم مصدر ہونے کے ساتھ ساتھ طٰہٰ حسین کے فلسفۂ حیات کا ایک مرجع بھی مانا گیا ہے۔ اس ناول میں موجود بہت سے جملوں کو طٰہٰ حسین کے ''اقوالِ زرّیں'' میں شمار کیا گیا ہے۔

پروفیسر محمد منور نے ترجمے کے آغاز میں طٰہٰ حسین کی شخصیت کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے ان کی شخصیت اور کارہائے نمایاں کا ذکر کیا ہے اور اس تعارف کا عنوان کچھ یوں باندھا ہے:

> ''وہ اندھا جس نے پوری قوم کو آنکھیں دیں۔''[۱]

وہ اس تعارف کا اختتام کچھ یوں کرتے ہیں:

> ''خدا کرے کہ پاکستان کو بھی کوئی اسی قسم کا بالغ نظر اندھا مل جائے جو ان تاریکیوں کو دور کر سکے جو یہاں کے آنکھوں والوں نے اس بُری طرح پھیلا رکھی ہیں۔''[۲]

یہاں اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ طٰہٰ حسین کا ناول جو کہ بائیس ابواب پر مشتمل ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، لیکن جب ہم اردو ترجمے کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اس میں پہلے باب کا ترجمہ موجود نہیں ہے۔ اگرچہ مترجم نے اپنے تئیں جسے پہلا باب قرار دیا ہے وہ درحقیقت اصل عربی نسخے کا دوسرا باب ہے، آخر میں مترجم نے بائیس ابواب کا عدد تو پورا کر دیا ہے لیکن اس کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ ترجمہ کی گنتی میں چوتھے باب کے بعد چھٹے باب کا عنوان دیا گیا ہے۔ گویا اردو ترجمہ میں پانچواں باب ساقط محسوس ہوتا ہے لیکن درحقیقت پہلا باب ساقط ہے اور ترجمہ کا آغاز عربی نسخے کے دوسرے باب سے ہوتا ہے پہلے باب کا ترجمہ شامل نہیں۔ مترجم نے ترجمہ میں ''پہلا باب'' کا عنوان دینے کے بعد لکھا ہے:

> ''اس سے میرا تعارف قاہرہ میں ہوا تھا، ابھی وہ پیرس نہیں گیا تھا اور جب وہ پیرس پہنچا تو میں نے بھی اسے وہاں جا لیا، اس سے میری ملاقات اتفاقاً ہوئی تھی، مگر پہلی ملاقات پر مجھے اس سے شدید نفرت کا احساس ہوا تھا''[۳]

جب کہ عربی ترجمہ کے مطابق یہ عبارت دوسرے باب کی ابتدائی عبارت ہے، طٰہٰ حسین دوسرے باب کا آغاز یوں کرتے ہیں:

> ''فقد عرفته في القاهرة قبل أن يذهب إلى باريس، ثم أدركته في باريس بعد أن سبقني إليه، عرفته مصادفة وكرهته كرها شديدا حين لقيته لأول مرة''[۴]

اسی طرح انتساب بھی ترجمہ کا حصہ نہیں بنا ہے، انھوں نے اس ناول کا انتساب اپنے ایک خاص دوست کے نام کیا ہے لیکن اس کا نام ذکر نہیں کیا، وہ لکھتے ہیں:

> ''أخي العزيز، وددت لو أسميك، ولكنك تعلم لماذا لا أسميك، وحسب الذين ينظرون في هذا الكتاب أن يعلموا أنك كنت أول المعزين لي حين أخرجني الجور من الجامعة، وأول المهنئين لي حين ردني العدل إليها، وكنت بين ذلك أصدق الناس لي ودا في السر والجهر، وأحسنهم عندي بلاء في الشدة واللين. فتقبل مني هذا العمل الضئيل تحية خالصه صادقة لإخائك الصادق الخالص...''[۵]
>
> ''اے میرے عزیز بھائی، میں چاہتا ہوں کہ آپ کے نام کا ذکر کروں، لیکن آپ جانتے ہیں کہ میں یہاں آپ کے کا نام کیوں ذکر نہیں کر رہا۔ جو اس کتاب کو پڑھ رہے ہیں ان کے لیے اتنا جان لینا کافی ہے کہ جب ناانصافی نے مجھے جامعہ سے نکلنے پر مجبور کیا تو مجھے سب سے پہلے تسلی دینے والے آپ تھے اور جب انصاف مجھے یہاں واپس لایا تو سب سے پہلے مبارک دینے والے بھی آپ تھے۔ اس سارے عرصے میں پنہاں اور عیاں انداز میں محبت کا اظہار

کرنے والے بھی آپ تھے، میری ہر خوشی اور ہر غم کا ساتھی بھی آپ تھے۔ میری اس حقیر کاوش کا انتساب دل کی گہرائی اور خلوص سے قبول فرمائیے، یہ آپ کے اس بھائی کی طرف سے ہے جو آپ کا خیر خواہ بھی ہے اور مخلص بھی۔'' [۶]

طٰہٰ حسین کے اس ناول کا پہلا باب جو ترجمہ کا حصہ نہیں ہے اس میں طٰہٰ حسین نے ادیب کی عمومی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ادیب جب کبھی جس چیز کو محسوس کرتا ہے اور جیسے محسوس کرتا ہے لکھ دیتا ہے۔ دراصل وہ اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ لوگوں کے لیے جی رہا ہوتا ہے۔ وہ لکھنے کا ایسے محتاج ہوتا ہے جیسے لوگ کھانے پینے اور سگریٹ نوش، سگریٹ نوشی کا محتاج ہوتا ہے۔ ایک ادیب اپنے اردگرد کے ماحول کے ساتھ اگر جڑا ہوتا ہے تو صرف ادبی روپ میں جڑا ہوتا ہے۔ وہ اس باب میں اپنے اس دوست ادیب کا تعارف بھی کراتا ہے جس کے گرد اس کا یہ ناول گھوم رہا ہے۔

پہلے باب کے ساتھ ساتھ چودھویں باب کا ترجمہ بھی ہمیں نہیں ملا، ''ادیب'' کے اردو ترجمے میں تیرہویں باب کے بعد پندرھواں باب شروع ہو جاتا ہے۔ عربی نسخے میں چودھواں باب موجود ہے جس میں ادیب کے اپنے دوستوں سے مراسلہ کے انقطاع کا ذکر ہے، جس کی وجہ تعلیم وتعلّم کی مصروفیت ہے، اس دوران یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ادیب فرانس میں علمی اور ادبی حلقوں میں اہم حیثیت حاصل کر چکا ہے، اس باب میں ادیب پیرس سے باہر کی زندگی کو اہرام مصر میں مقیّد ہونے اور پیرس کی زندگی کو اہرامِ مصر سے باہر کی زندگی سے تشبیہ دیتا ہے۔

اس ناول کے پانچویں باب میں طٰہٰ حسین نے مشہور عربی شاعر متنبّی کا ایک شعر نقل کیا ہے:

حسن الحضارة مجلوب بتطرية وفى البداوة حسن غير مجلوب [۷]

اس شعر کا اردو ترجمہ کچھ یوں ہے: ''شہروں کا حسن سنگھار کے ذریعے لایا جاتا ہے، جب کہ دیہات کا حسن کسی ذریعے سے نہیں لایا جاتا'' پروفیسر محمد منور نے اس شعر کا نثری ترجمہ کرنے کے بجائے علامہ اقبال کا یہ خوبصورت شعر درج کیا ہے:

حسن بے پرواہ کو اپنی بے نقابی کے لیے
ہوں اگر شہروں سے بن پیارے تو شہر اچھے کہ بن؟ [۸]

اسی طرح طٰہٰ حسین نے اس ناول کے آٹھویں باب کا آغاز ابن غنمی کے اس شعر سے کیا ہے:

إذا لم يكن إلا الأسنة مركبا فلا رأي للمضطر إلا ركوبها [۹]

اس شعر کا ترجمہ کچھ یوں ہے: ''جب نیزوں پر سوار ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو ایک مجبور شخص کے لیے ان پر سوار ہونے کے سوا کوئی راستہ نہیں'' پروفیسر محمد منور نے اس شعر کا بھی نثری ترجمہ نہیں کیا بلکہ یہ شعر پیش کیا ہے:

جزدار اگر کوئی مفر ہے تو بتاؤ
ناچار گنہگار سوئے دار چلے ہیں [۱۰]

اسی طرح فاضل مترجم نے ناول کے تیرہویں باب میں موجود جملے ''الی اللقاء أیها الصدیق''[۱۱] کا ترجمہ ''یار زندہ صحبت باقی''[۱۲] کیا ہے۔ ایک ادبی کتاب کا ترجمہ کرنے کا یہ انداز انتہائی خوب صورت ہے، جس سے مترجم کی بیک وقت عربی اور اردو زبانوں پر یکساں عبور کی نشان دہی ہوتی ہے۔

''تصویر'' یا ''منظر کشی'' ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی فنی خوبیوں میں سے ایک اہم خوبی ہے، وہ ایک محلے سے گزرنے کا منظر کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

''كان الحي رشيقا أنيقا، وكان الجو سمحا طليقا، وكانت الحركات والأصوات من حولي لا تخلو عن شده وعنف، ولكن فيها ظرفا وتأنقا، حتى إذا بلغنا شارع محمد على ضاقت الطريق واشتد أمامنا الزحام وكثر من حولنا الصياح وأخذت أصوات الأطفال ونساء الشعب تختلط بأصوات الرجال من العمال وسائقي عربات النقل، وانتشرت في الجو روائح ثقيلة تمتاز منها روائح البصل والثوم وقد أخذت تعمل فيهما النار.''[۱۳]

پروفیسر محمد منور نے اس عبارت کو جس خوب صورت انداز میں اردو کا جامہ پہنایا ہے وہ بھی قابلِ توجہ ہے، وہ لکھتے ہیں:

''ایک محلّہ جس میں سے ہم گزرے، پُرفضا اور صاف ستھرا تھا، ہوا کھلی اور خوش گوار تھی، ماحول کا ہنگامہ شدّت اور تُندی سے خالی نہ تھا مگر پھر بھی ایک قسم کی فراخی اور صفائی موجود تھی، مگر جب ہم شارع محمد پر پہنچے تو راستہ تنگ ہوگیا۔ ہجوم بڑھ گیا، شوروغوغا میں اضافہ ہوگیا، بچوں اور عورتوں کی آوازیں مزدوروں اور تانگہ بانوں کی آوازوں میں خلط ملط سنائی دینے لگیں، فضا میں کثافت تھی، پیاز اور لہسن کی بُو کو امتیازی حیثیت حاصل تھی، آگ اس لہسن پیاز کی بُو کو پھیلا رہی تھی۔''[۱۴]

اس قسم کی خوب صورت تصویر بصارت یافتہ افراد کے لیے پیش کرنا بھی جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین جیسے ظاہری بصارت سے محروم شخص کا یہ تعبیرات پیش کرنا غیر معمولی اور قابلِ تحسین تخلیق کاری کا مجسّمہ ہے۔ اپنے گاؤں کی منظر کشی کرتے ہوئے ایک مقام پر طٰہٰ حسین کہتے ہیں:

"وامرأة أو فتاة تأتي من حين إلى حين، فتغمس جرتها في الماء حتى إذا امتلأت رفعتها إلى رأسها ونهضت تسعى بها رشيقة رائعة الجمال غامضة في هذا الصمت الذي يحجب نفوس النساء، ويستر ما يجول فيها من خواطر يود الرجل لو يعرف منها بعض الشيء. وإني لأمد سمعي فلا أسمع إلا هذه الأصوات المختلفة التي تأتيني من هذه الحركات كلها، وهذا اللحن الحلو المتصل المتشابه الذي يأتيني من هذه الأطيار وقد استقرت على الغصون، وكأنها وجدت لذة الراحة وأحست رقة النسيم واستمتعت

بخفض العيش بين هذه الأوراق النضرة، فهي تتغنى بالجمال واللذه والأمل وحب الحياة." [۱۵]

تشبیہات اور استعارات سے بھرپور اس عبارت کا ترجمہ کچھ یوں کیا گیا ہے:

''کبھی کبھی کوئی عورت یا لڑکی بھی آنکلتی ہے، گھڑے کو پانی میں ڈبوتی ہے، بھر کے سر پر رکھتی ہے اور بہ کمال حسن ورعنائی پردۂ خاموشی میں مستور برق رفتاری کے ساتھ غائب ہوجاتی ہے۔ یہ خاموشی ان جذبات کی پردہ پوش ہوتی ہے جسے مرد جاننا چاہتے ہیں۔ میں خوب کان لگا کر سننا چاہتا ہوں مگر فقط ان کی حرکات کی مختلف اور دھیمی اور خوش آہنگ آوازوں کو سن پاتا ہوں۔ یہ ایک ایسی رسیلی اور شیریں دُھن ہے جسے میں شاخ ہائے شجر پر منتشر پرندوں کے ترنم سے تشبیہ دے سکتا ہوں وہ پرندے جنھیں سرسبز وشاداب پتوں میں عیشِ راحت، لطفِ بادِنسیم اور نشاطِ زندگی میسّر ہو اور وہ اس زندگی سے سرشار کیف ومستی میں ڈوب کر نغمہ پیرا ہوں۔'' [۱۶]

طٰہٰ حسین اس ناول کا اختتام کچھ یوں کرتے ہیں:

"وقد حفظت هذه الحقيبة بضعة عشر عامًا لا أعرف من أمرها إلا أنها مملوء ة بالأوراق. فلما أتاح الظالمون لي شيئا من فراغ، نظرت في هذه الأوراق فإذا أدب رائع حزين صريح، لا عهد للغتنا بمثله فيما يكتب أدباؤها المحدثون. وقد هممت بنشره وقدمت بين يديه هذا الكتاب. ولكن هل تسمح ظروف الحياة الأدبية المصرية بإذاعة هذا الآثار يومًا ما." [۱۷]

پروفیسر محمد منور نے اس عبارت کا ترجمہ کچھ یوں کیا ہے:

''میں نے اس بقچہ کو کوئی دس بارہ ماہ تک سنبھالے رکھا، مجھے اس کے متعلق فقط یہی علم تھا کہ یہ کاغذات سے پُر ہے۔ جب اربابِ ستم وجور نے مجھے ذرا فراغت دی تو میں نے ان اوراق پر نظر دوڑائی، پتہ چلا کہ یہ ایک ایسا حسین، حزین اور شفاف ادب ہے جس کی مثال پیش کرنے سے عربی زبان کے جدید ادبا کی تحریریں قاصر ہیں۔ میں نے اس ادب کی نشر واشاعت کا ارادہ کرلیا اور یہ کتاب اسی کا پیش خیمہ ہے۔ لیکن مصر کی روزمرہ زندگی کے انقلابات مجھے کسی روز ان تحریروں کے شائع کرنے کی اجازت بھی دیں گے۔'' [۱۸]

ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے ناول ادیب اور پروفیسر محمد منور کے اردو ترجمہ کا جائزہ لینے کے بعد مقالہ نگار اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ پروفیسر محمد منور نے اس ناول کی بہترین ترجمانی کرنے کی کوشش کی ہے، اگرچہ ایک ادبی تحریر کا ادبی ترجمہ کرنا یقیناً ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔ پروفیسر محمد منور نے ترجمہ کرتے ہوئے جہاں جدید عربی زبان کی

باریکیوں اور اسلوب کو پیشِ نظر رکھا ہے اور ناول نگار کی مقصدیت تک رسائی کی کوشش کی ہے تو ساتھ ساتھ اردو زبان کے اسلوب، طرزِ نگارش اور استعمالِ محاورات میں بھی اپنی مہارت کو بروئے کار لائے ہیں۔ یہ تبھی ممکن ہے جب ترجمہ کرنے والے کو دونوں زبانوں پر غیر معمولی مہارت حاصل ہو۔

اس ترجمہ کے بغور مطالعہ سے جس عنصر کا بارہا احساس ہوتا ہے وہ یہ کہ فاضل ترجمہ نگار نے ترجمہ کو عام فہم اور سادہ بنانے کی از حد کوشش نہیں کی، عین ممکن ہے کہ یہ اس زمانے کی ضرورت ہو، لیکن بہرحال آج کے زمانے میں پروفیسر محمد منور کے اسلوب نگارش کو ایک مشکل اور الجھن میں ڈالنے والا اسلوب ہی کہا جاسکتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ترجمہ میں عربی تعبیرات اور غیر مانوس عربی الفاظ کا کثرت سے استعمال نظر آتا ہے جنھیں بآسانی سادہ اُردو کے قالب میں ڈھالا جاسکتا تھا۔ ترجمہ میں موجود'' قوت لایموت، معبدِ حزین، عزلت گزین خاطر، حیلے اختراع کرنا، غامض، عجیب غصہ مجھ پر مستولی تھا، بآواز بلند علی الاتصال، لابدی'' جیسے الفاظ اور تراکیب اس پر شاہد ہیں۔[۱۹]

یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ طٰہٰ حسین کو ایک عام فہم اور تکلف سے پاک اسلوبِ تحریر رکھنے والا ادیب مانا جاتا ہے۔ ان کے اسلوب کو''سہلِ ممتنع'' مانا گیا ہے۔ ادیب کا یہ ترجمہ جدید عربی ادب کے بہترین اردو تراجم میں سے ایک ہے۔ عام طور پر ہمارے یہاں عربی کی تعلیم حاصل کرنے والے جدید اردو ادب سے بے بہرہ ہوتے ہیں، اگرچہ جدید اردو ادب کی رسمی تعلیم ہمارے یہاں رائج ہے لیکن اس ادب کی صحیح فہم رکھنے والے حضرات آج کل اُردو دان طبقے میں بھی عنقا ہیں۔ اس صورت حال میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین جیسے عربی امامِ ادب کی مایۂ ناز تخلیق کا یہ اُردو ترجمہ ایک روشن چراغ ہے اور سرمایۂ ناز ہے، کیوں کہ اس قسم کے اردو تراجم نایاب اور کم یاب ہیں۔

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کرآئے ہیں کہ اس ترجمہ میں ناول کا ابتدائی حصہ شامل نہیں نیز ناول کے چودھویں حصے کا ترجمہ بھی موجود نہیں ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ پروفیسر محمد منور کے پاس موجود عربی نسخہ کامل نہیں تھا، لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس ترجمہ کا ازسرِنو جائزہ لے کر اسے مکمل کیا جائے اور اس کی زبان کو آسان بنایا جائے۔

حواشی:

(۱) محمد منور، پروفیسر: (مترجم)، ادیب، لاہور: آئینہ ادب، طبع اول، ۱۹۶۰ء، ص ۷

(۲) ایضاً ، ص۱۲

(۳) ایضاً ، ص۱۹

(۴) طٰہٰ حسین: ادیب، مصر: مکتبۃ الاسرۃ، ۱۹۹۸ء۔ ص۱۷

(۵) طٰہٰ حسین: ادیب، ص۱۰(انتساب)

(۶) محمد منور: (مترجم)، ادیب، ص۱۱ تا ۱۹

(۷) طٰہٰ حسین: ادیب، ص ۳۹

(۸) محمد منور: (مترجم) ادیب، ص ۵۶

(۹) طٰہٰ حسین: ادیب، ص ۲۷

(۱۰) محمد منور: (مترجم)، ادیب، ص ۱۰۸

(۱۱) طٰہٰ حسین: ادیب، ص ۱۴۹

(۱۲) محمد منور: (مترجم)، ادیب، ص ۲۴۰

(۱۳) طٰہٰ حسین: ، ادیب، ص ۲۰

(۱۴) محمد منور: (مترجم)، ادیب، ص ۲۵، ۲۶

(۱۵) طٰہٰ حسین: ادیب، ص ۵۴، ۵۵

(۱۶) محمد منور: (مترجم)، ادیب، ص ۸۰، ۸۱

(۱۷) طٰہٰ حسین: ادیب، ص ۱۸۷

(۱۸) محمد منور: (مترجم)، ادیب، ص ۲۵، ۲۶

(۱۹) محمد منور: (مترجم)، ادیب، ص ۷۳، ۹۳، ۱۰۳، ۱۱۱، ۱۳۴، ۱۳۴، ۲۴۲